حافظ محمد ابراہیم فانی
استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا حافظ مفتی رشید احمد صاحب صدیقی حقانی رح

چند آنسو ۔ چند یادیں

صرف چند آنسو بہت تھے شرح غم کے واسطے
کیا خبر تھی منتظر دریا کا دریا دل میں ہے (ڈاکٹر عارفیؒ)

مورخہ ۲۱رمئی ۲۰۰۵ء کو حسب معمول ہم درس میں مصروف تھے کہ ایک طالب علم نے ایک رقعہ دیا۔ جس میں برادر محترم و مرحوم حافظ رشید احمد صاحب ابن قطب الاقطاب فقیہ العصر پیر طریقت استاذی و استاذ العلماء والصلحاء شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد فرید صاحب متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ وبفیوض علومہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع تھی۔ زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کیا۔ ان کی مغفرت کے لئے اجتماعی دعا کی گئی۔ اور دماغ میں فوراً علامہ اقبالؒ کا یہ شعر مستحضر ہوا کہ

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

اس خبر وحشت اثر اور واقعہ فاجعہ سے دل غم واندوہ اور درد و کرب کے ایک عجیب بحر محیط اور سیل بیکراں میں ڈوب گیا اور اللہ کی شان صمدیت آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہوئی۔ ع ما پروریم دشمن و ما کشیم دوست

مگر قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی مردہ را جانے تو بخشی زندہ را بے جاں کنی

آپ کے والد محترم اور ہمارے انتہائی شفیق و مہرباں استاذ ہزاروں علماء و صلحاء کے شیخ و پیر طریقت حضرت مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کے دل پر اس بیماری کی حالت میں کیا بیتی ہوگی؟ اور کیا گزری ہوگی؟ اس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے جگر گوشے حضرت ابراہیم کی وفات پر فرماتے ہیں: وانا لبفراقک یا ابراھیم لمحزونون ۔ مگر اللہ والوں کی شان نرالی ہوتی ہے ان کی ادائیں انوکھی اور ان کا انداز جدا ہوتا ہے۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

اور کیوں نہ ہو جن کا اوڑھنا بچھونا ہی سنت رسول ﷺ ہو اور جن کے ہر عمل سے اتباع حضور ﷺ کا پرتو جھلکتا ہو ان کی طمانیت وسکینت کا کیا عالم ہوگا۔ ؎

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب مے یہ تو نے ایسی شیشے میں بھری ہوگی

چنانچہ اسی وقت عازم زروبی (ہم ایک ہی گاؤں زروبی ضلع صوابی کے رہنے والے ہیں) ہوا۔ جانے سے پہلے محترم مولانا مفتی سیف اللہ صاحب حقانی' استاذ حدیث ورئیس دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے پاس گیا' انہوں نے اس حادثہ جانکاہ کی خبر سنتے ہی اپنا درس بیضاوی شریف موقوف کیا تھا اور طلباء کو برائے ایصال ثواب ختم قرآن پاک کا فرمایا تھا۔ راقم جب ان کے پاس حاضر ہوا تو آپ طلبہ دورۂ موقوف علیہ سمیت تلاوت قرآن کریم میں مصروف تھے' ان کے ساتھ ملا' تو وہ بھی انتہائی پژمردہ اور رنجیدہ گیں تھے' مجھے فرمایا' صاحب حق صاحب یہ کیا ہوا' اور پھر فرمایا: کہ اب ہماری باری ہے

؎ موت سے کس کو رستگاری ہے آج وہ کل ہماری باری ہے۔

واذا حملت علی القبور جنازۃ ۔ فاعلم بانک بعدھا محمول

راقم نے انہیں عرض کیا' کہ آنجناب کا کیا پروگرام ہے میں تو ابھی جا رہا ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم بعد میں جنازہ کے لئے حاضر ہوں گے۔ چنانچہ بندہ اکیلا گاؤں روانہ ہوا۔ راستے میں حافظ صاحب مرحوم کے ساتھ طالب علمی کے زمانے کی باتیں اور تقریباً بیس سالہ رفاقت کی یادیں ستانے لگیں اور یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے ساتھ کیسے اور کس انداز میں تعزیت کروں کیونکہ میں خود اپنے آپ کو قابل تعزیت سمجھتا تھا جیسے جیسے فاصلے گھٹتے رہے دل کی دھڑکن تیز تر ہوتی گئی' تا آنکہ جب اڈہ پر اترا تو ایک ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا کہ مولانا رشید احمد کی میت ابھی دس منٹ پہلے ایمبولینس میں گاؤں کو لائی گئی۔ تقریباً سوا گیارہ بجے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے ہاں پہنچا آپ کے برادرزادے مولانا امداد اللہ حقانی نے بتایا کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ بیٹھک میں تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ دبے پاؤں ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' سلام کیا' مفتی صاحب مدظلہ نے پوچھا کس وقت آئے' عرض کیا کہ ابھی آ پہنچا۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ اللہ والوں کی شان نرالی ہوتی ہے۔ آپ تسلیم و رضا کے مظہر اتم اور مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ کے مصداق کامل جن کو دیکھ کر دل کی بیقراری جو کہ تلاطم خیز اور موجزن تھی اس میں یک گونہ سکون محسوس کیا' سبحان اللہ' پھر تعزیت کرنے والے مشائخ علماء صلحاء اور دینی مدارس کے طلبہ خواص وعوام کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ اور مفتی صاحب صبر ورضا کے پیکر تشریف فرما تھے' جن کی خاموشی میں ہم جیسے بیقراروں کے لئے ہزار سامان موعظمت میسر تھا' ہر آنے

والا حیرت واستعجاب کے عالم میں دوسرے ساتھیوں سے کہتا' دیکھئے حضرت مفتی صاحب کتنے پرسکون ہیں!! اور ان کا پُرنور چہرہ کس قدر طمانیت سے بھرپور ہے اور یہ ہی ان قدسی صفات ہستیوں اور خدا' کی برگزیدہ بندوں کی نشانیاں ہیں' بقول مولانا حالیؔ

شادمانی میں گزرتے اپنے آپے سے نہیں غم میں رہتے ہیں شگفتہ شادمانوں کی طرح

یہی وہ نور کے پتلے ہیں کہ جن ودیکھ کر خدا یاد آجائے۔ اذا رأو اذکر اللہ اور انہیں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے

-الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون۔ الذین آمنوا وکانو یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرہ (الایۃ)

الغرض غم واندوہ کے کوہ گراں کے باوجود ایک سکوت بیکراں کا منظر تھا گوکہ بظاہر لب خاموش تھے لیکن ہر نفس حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے ساتھ شریک غم' اور دلوں سے مرحوم کے لئے مغفرت کی دعائیں نکلتی تھیں۔

نماز جنازہ کے لئے عصر کی نماز کے بعد کا وقت مقرر کیا گیا تھا' چنانچہ وقت مقررہ پر مشائخ وعلماء صلحاء وطلبہ اور عوام وخواص کی کثیر تعداد موجود تھی' دارالعلوم حقانیہ کے مشائخ واساتذہ کرام وطلبہ کے علاوہ سرحد بھر سے اکثر مدارس کے شیوخ وطلبہ جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے' صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے ممبران سینٹ وقومی وصوبائی اسمبلی اور بعض وزراء بھی اس موقع پر موجود تھے' نمازِ عصر کے بعد حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے خود اپنے لختِ جگر کا جنازہ پڑھایا۔ آہ گردشِ دوراں اور فلک پیر کی نیرنگیوں نے یہ دن بھی ایک بیمار شیخ وقت کو دکھائی کہ وہ اپنے جگر گوشے کی لاش پر جنازہ کی تکبیر پڑھ رہا ہے۔ اللہ اکبر!! اللہ اکبر کہتے وقت ان کے دل پر کیا بیتی ہوگی۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت میں ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

جنازہ کے بعد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مولانا امان اللہ صاحب مدظلہ اور مولانا حمد اللہ جان صاحب ڈاگئی نے مختصر خطابات فرمائے۔ جنازے میں مشائخ علماء وصلحاء اور دینی علوم کے طلبہ کا جم غفیر اور کثیر تعداد ان کی مقبولیت عنداللہ کی واضح دلیل تھی۔ فضا سوگوار تھی لیکن ایک عجیب سکون کے ساتھ' جس کا نظارہ بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ بہر حال ہزاروں اشکبار آنکھوں سے ان کی میت لحد کے حوالہ کردی گئی۔ منھا خلقنا کم وفیھا نعید کم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے استاذ استاذ ابراہیم ذوقؔ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ذوقؔ اس بحر فنا میں کشتیٔ عمر رواں
جس جگہ پر جالگی بس وہ کنارہ ہوگیا

یا بقول خواجہ الطاف حسین حالی

آ لگا حالی کنارے پر جہاز الوداع اے زندگانی الوداع

مرحوم مولانا حافظ رشید احمد صاحب حقانی استاذی واستاذ العلماء والصلحاء پیر طریقت فقیہ دوراں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کے فرزند ہیں۔ یہ علمی خانوادہ برسوں سے تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کرتا چلا آ رہا ہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔ موضع زروبی ضلع صوابی صوبہ سرحد سے ان کا تعلق ہے۔ انہی علماء وصلحاء کی بدولت علمی دنیا میں اس قصبے کا بہت مقام ہے۔ راقم نے اس قصبہ کی عظمت پر نظم لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اے مرے مسکن زروبی نازش فصل بہار تیرے آب صاف پر مغرب کے میخانے نثار
علم کے چشمے یہاں پھوٹے کہ جن کے فیض سے ایک عالم پر ہے طاری وجد ومستی کا خمار
صدیوں سے آ رہا ہے مرجع اہل سخن نام اس کا جب رہا پہلے زروبی سے منار
قافلے آن قدسیوں کے تھے یہاں پر خیمہ زن جن کی عفت پر ہے شاہد گردش لیل و نہار
اس کی آغوش محبت میں پلا اک نازنین وہ تکلم کا امام وآیہء پروردگار
وہ شہ اقلیم عرفاں حضرت عبدالحلیمؒ آسمانِ علم کے خورشید تاباں نامدار
اس کے باسی ہیں بہت دلدادگانِ علم وفن اس کے فرزندوں میں ہیں نام آور ان روزگار
ملتے ہیں یاں پر بہت سے اہل دل درد آشنا غالبؔ و بیدلؔ کے میخانے کے چندیں میکسار
حافظ و سعدی و رومی فکر کے مسند نشیں حضرت اقبال پر مٹتے ہیں جو دیوانہ وار
حشر تک فانیؔ اسی کا بانکپن باقی رہے پھر یہ تیر کج ادائی اس کا ہو ہر دل کے پار

راقم اور مولانا رشید احمد رحمہ اللہ زمانہ طالب علمی میں اکثر کتابوں میں ہم درس اور ہم سبق رہے۔

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق او بصحرا رفت و ما در کوچہا رسوا شدیم

انہوں نے جب مڈل کا امتحان دیا تو دار العلوم حقانیہ میں داخلہ لیا اور راقم الحروف نے میٹرک کے بعد دار العلوم حقانیہ سے باقاعدہ اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا' جن مشائخ عظام اور اساتذہ کرام سے ہم نے اکتساب فیض کیا ان کے نام اور اسماء گرامی یہ ہیں۔ امام المتکلمین صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی قدس سرہ مفتی اعظم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ' حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد حسن جان المدنی مدظلہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب دیروی فاضل دار العلوم دیوبند قدس سرہ حضرت مولانا محمد علی سواتی صاحبؒ فاضل مظاہر العلوم سہارنپور' حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب

دیروی مدظلہ' حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحب حال مہتمم دارالعلوم عربیہ اسلامیہ دلبوڑی اوگی' حضرت مولانا محمد ہاروت صاحب سواتیؒ اور حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ۔

کتابوں کے ساتھ ساتھ ہم دونوں حفظ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ مشہور قاری مولانا قاری علی الرحمان صاحب ہزاروی مدظلہ (نابینا) سے قرآن پاک حفظ کیا کرتے تھے اور وہ انکے استاذ تھے اور راقم الحروف ان کے پاس تجوید وقرأت سیکھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ انتہائی مشفق ومہربان اور بے حد محنت اور محبت کرنے والے فرشتہ سیرت انسان۔ ایک وقت میں کئی کئی طلبہ ان سے سبق پڑھتے۔ کسی کو مشق کراتے' کسی سے منزل سنتے۔ کسی کو جمال القران وغیرہ کا درس دیتے' اور یہ تمام کام ایک ہی وقت میں ہوتا تھا' ہم کبھی کبھی طالب علمانہ شوخیوں کی بدولت ازراہ امتحان سبق غلط پڑھتے اور اندازہ لگاتے کہ قاری صاحب ہماری غلطی پکڑتے ہیں یا نہیں۔ تو آپ فوراً ہماری طرف منہ پھیرتے اور فرماتے کہ او.......... کیا پڑھتے ہو' کیسے پڑھتے ہو کیا پڑھا' دوبارہ سناؤ۔ ایک دفعہ اس بات پر بحث چلی۔ کہ ذہن بسیط ہے ایک وقت میں کئی امور کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ میں نے ازراہ تفنن کہا کہ ہمارے قاری صاحب کا ذہن اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔

اکثر جمعہ کی رات ہم دونوں بہت دیر تک گپ شپ میں مصروف رہتے' ہمارے اکثر ساتھی آپ کو حاجی صاحب کے نام سے پکارتے گو کہ آپ اس وقت حج بیت اللہ شریف سے سعادت یاب نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس عظیم شرف سے نوازا۔ جب آپ ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے' تو حضرت مفتی صاحب مدظلہ آپ کو ملا صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے کسی نے حضرت مفتی صاحب مدظلہ سے استفسار کیا' کہ آپ کیوں ان کو ملا صاحب سے پکارتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ اس لئے کہ یہ ابتداء سے اس لفظ سے مانوس ہوجائے کیونکہ بعض علمی خانوادوں کے بچے مولوی صاحب کے نام پر شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔

انہیں دنوں مدرسہ میں ہفتہ وار طلبہ کی انجمنیں ہوا کرتی تھیں اور مختلف اضلاع اور علاقوں کے طلبہ کی اپنی علیحدہ انجمن ہوتی اور طلبہ اس میں بھرپور طریقے سے حصہ لیتے۔ مختلف ناموں سے ہم اپنی انجمن کو موسوم کرتے۔ بالآخر انجمن اصلاح الکلام ہماری انجمن کا مستقل نام ٹھہرا۔ جس میں ضلع مردان اور ضلع نوشہرہ اور ضلع پشاور (موجودہ صوابی مردان' چارسدہ' نوشہرہ اور پشاور کے اضلاع) کے طلبہ کی اکثریت ہوتی' چونکہ انہی اضلاع کے طلبہ اکثر جمعہ کی رات اپنے اپنے گاؤں کو جاتے۔ (فاصلے کی قربت کی وجہ سے) تو ہماری انجمن شرکاء کی حاضری کے اعتبار سے بہت کمزور ہوتی۔ اسی وجہ سے دوسری انجمنوں کے طلبہ ہمیں طعنے دیا کرتے تھے ہم ان کو کہتے تھے کہ آپ لوگوں کی تو مجبوری ہے کیونکہ آپ دور دراز علاقوں سے آئے ہیں' اپنے علاقوں اور گاؤں کو نہیں جاسکتے اس لئے انجمن میں باقاعدہ شرکت کرتے ہیں۔ تو یہ ساتھی انتہائی محنت اور کوشش سے تمام سال باقاعدگی سے اپنی انجمنوں کا انعقاد کراتے۔ پھر سالانہ امتحان سے دو تین ہفتے پہلے یہ انجمنیں ختم کردی جاتی تھیں تاکہ امتحانات کے لئے تیاری کی جاسکے۔ ایک سال ہم انجمن اصلاح

الکلام والوں نے خفیہ طور پر مشورہ کیا کہ اس سال ہم اپنی انجمن کا اختتامی اجلاس بہت دھوم دھام سے منعقد کریں گے کہ دیگر انجمن والے حیران رہ جائیں' اور ہر طرف ہماری انجمن اصلاح الکلام کا چرچا ہوگا۔ چنانچہ ہم نے سالانہ امتحان سے تقریباً ایک ماہ قبل اختتامی تقریب کے لئے وقت مقرر کیا۔ جو کہ جمعہ کی رات تھی۔ (کیونکہ یہ انجمنیں جمعہ کی رات کو منعقد ہوا کرتی تھیں) اور پر اسرار طور پر اس کی تیاری شروع کی۔ فیصلہ یہ طے پایا کہ تین دن قبل اسکا اعلان کریں گے' چنانچہ ہم نے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا حمد اللہ جان صاحب مدظلہ آف ڈاگئی سے وقت لیا اور انہوں نے کمالِ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ جب دو تین دن باقی رہ گئے تو ہم نے اشتہارات لکھے اور گردونواح میں پھیلائے۔ اکوڑہ خٹک کی تمام مسجدوں اور بازار میں اعلانات کرائے۔ جب ہمارے دیگر انجمن والوں کو معلوم ہوا تو وہ بہت سٹپٹائے کہ یہ کیا ہے' ہر طرف انجمن اصلاح الکلام کا نام ہے۔ چنانچہ اصلاح الکلام کا اجلاس عظیم الشان جلسہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اور کئی دنوں تک اس کے تذکرے ہوتے رہے۔ اس انجمن اور اس کی سرگرمیوں او ر آخری اجلاس کے انعقاد میں مرحوم نے بھرپور حصہ لیا تھا۔ یہ واقعہ احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دنوں کی ایک جھلک کے طور پر سپردِ قلم کیا۔

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن سب نقش و نگار طاقِ نسیاں ہوگئیں　　(غالب)

ساتھ ہی جمعیت طلباء دارالعلوم حقانیہ کی انتخابی سرگرمیوں بھی بھرپور طریقے سے شرکت کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قابل رشک صحت اور جوانی سے نوازا تھا۔ شکل وشباہت میں بھی اپنے عظیم والد حضرت مفتی صاحب کے عکسِ جمیل تھے۔ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہم دونوں اکثر کتابوں میں ہم درس رہے ہیں۔ البتہ بندہ کا سن فراغت ۱۹۷۸ء ہے اور آپ کا ۱۹۷۹ء۔ فراغت کے بعد ہم دونوں کو مادر علمی دارالعلوم حقانیہ نے آغوش شفقت میں لیا' اور محبت کی بانہیں ہمارے لئے پھیلائیں' راقم بھی دارالافتاء میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے فتاویٰ رجسٹر میں منتقل کیا کرتا تھا' اور آں مرحوم بھی' پھر آپ مستقل طور پر حضرت مفتی صاحب کے زیر سایہ اور زیر تربیت فتویٰ نویسی کا کام کرتے رہے' یوں حیات مستعار کے مہ وسال آور شب روز بخوشی گزرتے رہے۔

آپ فطرتاً خاموش کم گو اور تنہائی پسند انسان تھے' لیکن کبھی کبھی دوستوں اور احباب کی محفلوں میں پرلطف مزاح بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کا حلقہ احباب' انتہائی محدود تھا' دارالعلوم حقانیہ میں تدریس وافتاء کے ساتھ ساتھ نوشہرہ میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے اور اپنے اہل وعیال اور بچوں سمیت وہاں رہنے لگے۔ اور روزانہ نوشہرہ سے دارالعلوم تشریف لاتے۔ اس دوران پہلے آپ کو نظر کی شدید کمزوری کی شکایت ہونے لگی' پھر کچھ مدت بعد آپ کو کمر کی تکلیف نے جالیا۔ مسلسل علاج کراتے رہے لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق افاقہ کے بجائے مرض نے شدت اختیار کی۔ تا آنکہ آپ نے دارالعلوم کو آمد ورفت میں تکلیف کی وجہ سے خیر باد کہا۔ ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ گویا ان کی صحت اور جوانی کو نظر بد لگ گئی۔ وفات سے چند روز قبل ان سے ساتھ ملاقات ہوگئی تھی کیونکہ ان کی صحت کی بگڑتی ہوئی تشویش ناک صورتحال کی پریشاں کن خبریں آ رہی تھیں۔ چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو بے اختیار رونا آیا کیونکہ آپ مکمل طور پر مفلوج تھے۔ پاؤں تو پہلے جواب دے چکے تھے۔ اب ہاتھوں نے بھی کام چھوڑ دیا تھا۔ اور بالکل انسان تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یہ حضرت مفتی صاحب کے وہی فرزند ہیں جن کی قابل رشک جوانی اور پرکشش وخوبصورت صحت انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔ مگر کل من علیھا فان کے خدائی قانون کے مطابق وقت موعود آپہنچا اور آپ نے مورخہ ۲۱/مئی ۲۰۰۵ء ۱۲/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ بروز ہفتہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔

الی اللہ اشکو لا الی الناس اننی ۔ اری الارض تبقی و الاخلاء تذھب

بقول غالب
سب کہاں؟ کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

عارف جامیؒ فرماتے ہیں۔
تو چہ دانی میوہ را تا ثیر شیریں از کجاست
زانکہ درزیر زمیں شیریں لباں خسپندہ اند

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ اللھم اکرم نزلہ وبرد مضجعہ

نذرِ اشک بیقرار از من پذیر ۔ گریہء بے اختیار از من پذیر

آخر میں اپنے مرحوم دوست کو چند بے قرار آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتا ہوں۔

سوئے علیین رواں، جانب رضواں رشیدؒ ۔ نورِ چشم محترم "مفتیِ دوراں" رشیدؒ
ہاتف غیبی نے آہ دی صدائے دردناک ۔ رفت از دنیائے دوں حافظ قرآن رشیدؒ
کس قدر پرغم ہے آج، مفتیِ اعظم فرید ۔ ہے رواں اف جانبِ شہر خاموشاں رشیدؒ
آہ تیری موت پر ناگہانی فوت پر ۔ ہر نفس ہے نوحہ زن بادلِ گریاں رشیدؒ
مفتی و حافظ بھی تھے، بہترین واعظ بھی تھے ۔ آسمانِ زہد پر نیّر تاباں رشیدؒ
عکس و جسمِ اتقاء پیکر صدق و صفا ۔ مستِ میثاق الست، فخر درویشاں رشیدؒ
صاحبِ نسبت بھی تھے درطریق نقشبند ۔ ساقی میخانہء بادہ عرفاں رشیدؒ
اک ہجوم عارفاں تھی جنازے میں شریک ۔ شان سے رخصت ہوئے مرحبا ذی شاں رشیدؒ
ہو دعا یہ فانیؔ عاجز و بیدل قبول ۔ حشر تک ہو ہمدمِ رحمتِ یزداں رشیدؒ

آگئی تاریخ سال، دل پہ فانی غیب سے
یاد مغفور الحمید صاحبِ ایمان رشیدؒ

۱۴۲۶ھ